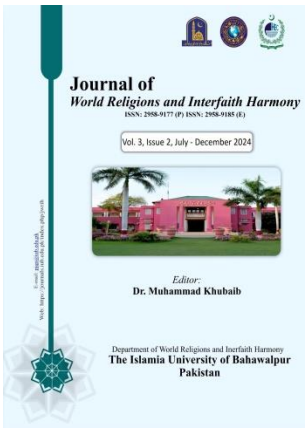

Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 3, Issue 2, Fall (July-December) 2024, PP. 17-35
HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Merged%20policy%20and%20recognised%20list%202024.pdf
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/203
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3020
DOI: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3020
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title The Role of Imam Shah Waliullah in the Revival and Promotion of Religious Studies in the Subcontinent

Author (s): **Abdul Majid**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govewrnment Graduate College, Burewala, Pakistan

Dr. Muhammad Saeed Akhtar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Pakistan

Received on: 26 July, 2024
Accepted on: 10 December, 2024
Published on: 13 December, 2024

Citation: Abdul Majid, & Dr Muhammad Saeed Akhtar. (2024). The Role of Imam Shah Waliullah in the Revival and Promotion of Religious Studies in the Subcontinent. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *3*(2), 17–35. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3020

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

برصغیر میں دینی علوم کے احیاء و فروغ میں امام شاہ ولی اللہؒ کا کردار

The Role of Imam Shah Waliullah in the Revival and Promotion of Religious Studies in the Subcontinent

Abdul Majid
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government Graduate College, Burewala, Pakistan. Email: abmajid089@gmail.com
Dr. Muhammad Saeed Akhtar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Pakistan. Email: saeed.akhtar@ais.uol.edu.pk

Abstract

The personality of Imam Shah Waliullah needs no introduction.The scope of your religious and scholarly services and reformation efforts in the subcontinent is very wide.Your scholarly contributions and greatness are recognized in all religious circles.Your efforts are related to education and teaching, authorship and compilation, reform of beliefs and morals, civilization and society, revival of religion and reformation of the Ummah.Shah Sahib solved the intellectual problems of far-sightedness in the light of esoteric religion.Shah Sahib harmonized different idioms.In Hadith and Fiqh, some people misunderstood the contradiction that was seen, it was resolved.He also said that there is no reference in the Quran and Hadith.Rather, the Hadith is in fact an interpretation of the Qur'an.as well as the people of the law and the people of the way who were disobedient to one another.Removed him.You referred to the thought of the Way over the Shari'ah, and said that the clash of knowledge and cognition is merely the result of misunderstanding.You have solved this problem in the best possible way.

You devoted all your energies to the revival and development of religious knowledge. And for this purpose, Madrasah Rahimiyah was established.Through which you created a community of experts in religious sciences.He wrote rare books to solve the rational and intellectual problems faced by his literary services.It is a valuable source of Islamic literature.At the same time, you tried to awaken people from every walk of life in order to bring the Gathbandi and the Ummah out of decline.He played an active role in solving social and political problems.

Keywords: ShahWaliullah, Reformation farsightedness, Gathbandi, Harmonized, Decline.

تعارف موضوع:

امام شاہ ولی اللہ ہمہ جہتی صفات و کمالات کے مالک ہیں۔ اور آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ برصغیر میں آپ کی دینی اور علمی خدمات اور اصلاح امت کی کاوشوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کی علمی و ملی خدمات اور عظمت کو تمام مذہبی حلقوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب کی علمی و عملی کاوشیں تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، عقائد و اخلاق کی اصلاح، احیائے دین اور اصلاح امت سے متعلق ہیں شاہ ولی اللہؒ نے برصغیر میں سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ آپ نے برصغیر میں علم حدیث کی ترویج کے لیے داغ بیل ڈالی۔ آپ نے دور جدید کے فکری مسائل کو علم اسرار دین کی روشنی میں حل کیا۔ شاہ صاحب نے مختلف فقہی مسالک میں مطابقت پیدا کی۔ حدیث و فقہ میں بعض لوگوں کو غلط فہمی سے جو تضاد نظر آتا تھا، اس کو سلجھایا۔ نیز آپ نے بتایا کہ قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ حدیث دراصل قرآن ہی سے مستنبط اور اس کی تشریح ہے۔ نیز اہل شریعت اور اہل طریقت میں جو ایک دوسرے سے بیزاری تھی۔ اس کو دور کیا۔ آپ نے طریقت کے افکار کو شریعت پر منطبق کیا، اور بتایا کہ علم اور معرفت کی رقابت محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اپنی حکمت سے اس مسئلہ کو بہترین انداز میں حل فرمایا۔

شاہ صاحب نے دینی علوم کے احیاء و فروغ میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ آپ نے اس مقصد کے لیے مدرسہ رحیمیہ قائم کیا۔ جس کے ذریعے آپ نے دینی علوم کے ماہرین کی ایک جماعت تیار کی۔ آپ نے اپنی تصنیفی خدمات کے ذریعے درپیش عقلی و فکری مسائل کے حل کے لیے نادر کتب تحریر کیں۔ جو اسلامی لٹریچر کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ نیز آپ نے گروہ بندی اور امت کو زوال سے نکالنے کے لیے ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کے درمیان باہمی انتشار اور تنازعات ختم کرنے کے لیے علمی اور عملی اقدامات اٹھائے۔ اور سماجی و سیاسی مسائل کے حل میں اپنا بھرپور علمی و عملی کردار ادا کیا۔

امام شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت ہمہ جہت صفات اور خداداد صلاحیتوں کی حامل ہے۔ آپ کی علمی و عملی کاوشوں کے مجموعی طور پر نمایاں دو دائرے ہیں۔

1۔ پہلے دائرے میں آپ کی تعلیمی و تدریسی خدمات ہیں۔ جس کے ذریعے آپ نے علماء کی ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت حقہ تیار کی۔ آپ کی تربیت یافتہ اس جماعت نے اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں ہندوستان اور اطراف ہند میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

2۔ دوسرے دائرے کا تعلق تصنیف و تالیف سے ہے۔ جس میں آپ نے اسلامی علوم و فنون کے مختلف موضوعات پر بے مثال تصانیف قلمبند کی ہیں۔ یہ تصانیف آپ کا علمی شاہکار ہیں۔ جس کی نظیر اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی علمی و عملی خدمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ولادت وابتدائی تعلیم

شاہ ولی اللہ کی ولادت 4 شوال بروز بدھ 1114ھ بمطابق 21 فروری 1703ء اپنے ننھیالی قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر انڈیا میں ہوئی۔ آپ والد گرامی کی طرف سے فاروقی اور والدہ کی جانب سے صدیقی نسبت رکھتے ہیں۔ اور آپ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیمؒ کا سلسلہ نسب بتیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔[1]

یہ مغلیہ خاندان کے آخری نامور بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کا دور تھا۔ جو آپ کی پیدائش کے تقریباً چار سال بعد 1707ء میں فوت ہوا۔ آپ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ اپنے زمانے کے معروف عالم دین تھے۔ انہوں نے آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ جبکہ قطب الدین احمد آپ کا بشارتی نام اور عظیم الدین تاریخی نام تھا۔ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ کی عمر س60 سال تھی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی فخر النساء تھا۔ جو نہایت نیک اور عالمہ و فاضلہ خاتون تھیں۔ شاہ صاحب بچپن ہی سے سنجیدہ مزاج اور سلیم الطبع تھے۔ ابتداء ہی سے آپ کا حافظہ قوی تھا۔ پانچ سال کی عمر میں والد گرامی نے آپ کو قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مکتب میں بٹھایا۔ اور دو سال میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ شاہ صاحب کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "ابن تیمیہؒ اور ابن رشدؒ کے بعد، بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل اور فکری زوال شروع ہوا تھا۔ ان حالات میں یہ امید نہ تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ (صاحب فکر) پیدا ہو گا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھانا تھا۔ کہ اخیر زمانے میں، جبکہ اسلام کا نفس بازپسیں (زوال پذیر) تھا، شاہ صاحب جیسا نامور شخص پیدا ہوا۔ جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالیؒ، رازیؒ، اور ابن رشدؒ کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"[2])

عبدالرحیم ضیاء مقالات طریقت میں شاہ صاحب کے بچپن میں تعلیم حاصل کرنے میں دل جمعی کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ کہ "آپ سبق پڑھتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر مؤدب بیٹھتے تھے۔ اور آپ کی یہ عادت تھی کہ ہر روز صبح غسل فرماتے اور

---

1 دہلوی، محمد، رحیم بخش، حیات ولی، لاہور: مکتبہ طیبہ، 1972ء ص:419۔

2 شبلی، نعمانی، علم الکلام، اعظم گڑھ: مطبع معارف، 1341ھ، ص:109۔

صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ نظافت آپ کو بہت عزیز تھی۔ اور دوران تعلیم پوری توجہ سبق پر مرکوز رکھتے اور کوئی دوسری سرگرمی اختیار نہ کرتے تھے۔[3]

اس طرح پابندی اوقات اور نظم وضبط کی یہ عادت پوری زندگی آپ کی عادت ثانیہ رہی۔

آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز اپنے ملفوظات میں آپ کے بارے میں ؒ فرماتے ہیں کہ علوم و کمال میں اور ضبط اوقات میں بھی والد گرامی جیسا کوئی شخص کم ہی نظر آتا ہے آپ اشراق کے بعد بیٹھتے تو دوپہر تک نہ پہلو بدلتے، نہ کھجلاتے اور تھوکتے گویا پورے انہماک سے اپنا علمی کام سرانجام دیتے۔[4]

شاہ صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد شاہ عبدالرحیم ؒ سے پائی۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مکتب میں بٹھادیا۔ آپ کی قوت حافظہ اور ذوق وشوق اس قدر تھا کہ آپ نے دو سال میں قرآن مجید ختم کرلیا۔ اس چھوٹی عمر میں جو بچوں کے کھیل کود کی عمر ہوتی ہے۔ آپ نے بقدر ضرورت ارکان و فرائض کا علم بھی حاصل کرلیا۔[5]

قرآن مجید کی تعلیم مکمل ہونے کے فوراً بعد یعنی سات سال کی عمر میں والد بزرگوار نے شاہ صاحب کو مروجہ علوم عربی و فارسی کی تعلیم دینی شروع کردی۔ چنانچہ دس سال کی عمر تک آپ نے ابتدائی عربی و فارسی رسالے پڑھ لیے۔ شاہ ولی اللہ کی تربیت والد گرامی شاہ عبدالرحیم ؒ نے اس طرز پر کی کہ آپ کا دل کھیل کود اور بچگانہ مشاغل سے اچاٹ ہوگیا۔

سفر حج و تحصیل علم حدیث

شاہ صاحب نے پندرہ سال کی عمر میں تعلیم مکمل کی۔ اور والد کی وفات کے بعد، سترہ سال کی عمر میں مدرسہ رحیمیہ میں تدریس کا آغاز کیا اور تقریباً بارہ سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے، جہاں انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، اور دیگر دینی و عقلی علوم پڑھائے۔ ان بارہ سالوں میں اللہ نے آپ کو دین کے اسرار اور مقاصد شریعہ کے سمجھنے کی بصیرت عطا کی۔ بارہ سال تدریس کے بعد، شاہ صاحب حرمین شریفین روانہ ہوئے اور 1143ھ میں حج کی سعادت حاصل کی۔ حج کے بعد، مکہ میں کچھ وقت گزارا، پھر مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں ایک سال تک شیخ ابوطاہر محمد کردی اور دیگر مشائخ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

---

3 ضیاء، عبدالرحیم، مقالات طریقت، حیدرآباد دکن، متین کرتان پریس، 1291ھ۔ ص:8۔

4 ملفوظات عزیزی، مترجم، محمد علی لطفی، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ، کراچی، ص:53۔

5 جلیمی، فقیر محمد، حدائق الحنفیہ لکھنؤ، مطبع منشی نول کشور، 1939ء، ص:447۔

واپسی پر دہلی آئے اور دوبارہ درس و تدریس شروع کیا۔ اور واپسی پر ہندوستان کے مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دعوت دی۔

طریقہ تدریس

ابتداء میں، شاہ صاحب ہر فن کی کتابیں خود پڑھاتے تھے۔ بعد ازاں، انہوں نے تصنیف و تالیف، معارف گوئی، اور قرآن و حدیث کی تدریس پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ دیگر علوم و فنون کے لیے، انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے ایک ایک شخص تیار کیا اور متعلقہ فن کے طلباء کو اس کے سپرد کر دیا۔

شاہ عبد العزیزؒ کہتے ہیں: "حضرت والد ماجد ہر فن کے لیے ایک شخص تیار کرتے اور متعلقہ فن کے طلباء کو اس کے سپرد کرتے، اور خود معارف گوئی، تصنیف و تالیف، اور درس حدیث میں مشغول ہو جاتے۔[6]

پروفیسر جلبانی لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب طلباء کو نیا سبق خود پڑھاتے اور پھر اس کے تمام پہلوؤں پر جامع بحث کرتے تھے۔ فقہی مسائل پیش کرتے وقت، ان کی توجہ مختلف مسلکوں کے درمیان اختلاف کو کم کرنے پر مرکوز رہتی تھی۔ شاہ صاحب درس حدیث میں اختلافی مسائل پر غور کر کے ان کے درمیان تطبیق کی کوشش کرتے تھے، جس سے طلباء میں وسعت نظری اور تحقیق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔[7]

قرآن فہمی کے لیے اقدامات

شاہ صاحب کے تجدیدی کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ آپ کا عوام الناس کو قرآن حکیم سے جوڑنا ہے۔ آپ کو اس بات کا پوری طرح ادراک تھا کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی و زوال کا بنیادی سبب قرآن حکیم سے غفلت اور دوری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے قرآن کریم کا فارسی میں "فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے ترجمہ کیا۔ ان حالات میں شاہ صاحب کا یہ کام کس قدر مشکل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب کے اس کام پر بعض تنگ نظر علماء کے اکسانے پر لوگوں کے ایک گروہ نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ "فتح الرحمٰن" کی اشاعت کے بعد ہی برصغیر میں عوام میں قرآن فہمی کی تحریک پیدا ہوئی۔

شاہ ولی اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید کو بغیر کسی تفسیر کے براہ راست پڑھا جائے۔ یعنی استاد کو چاہیئے کہ طلباء کو

6 ملفوظات عزیزی، مترجم، محمد علی لطفی، ص:40۔

7 جلبانی، غلام حسین، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، لاہور، ادارہ مطبوعات، لاہور، 1999ء ص:42۔

قرآن کا اصل متن پڑھائے۔ صرف متن قرآن مجید بغیر تفسیر کے پڑھانے کا سلسلہ ہندوستان میں شاہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم نے شروع کیا۔ اور شاہ صاحب نے اسے خوب عام کیا۔ عموماً مفسرین قرآن کی تفسیر میں اللہ تعالی کے کلام سے ہٹ کر اپنے جیسے انسانوں کی تعبیرات میں الجھ جاتے ہیں۔ اور قرآنی آیات کو حل کرنے اور اس پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ یوں اس طرح بہت سا وقت اس کام پر خرچ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب اپنے دور میں دورہ حدیث سے پہلے طلباء کو قرآن مجید کا دورہ کراتے تھے۔[8]

اس لیے متن قرآن پاک کی تعلیم اور قرآن مجید کی شروحات و تفاسیر میں فرق ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔ چونکہ قرآن مجید کی مختلف شروحات و تفاسیر مختلف ادوار کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ اور قرآن حکیم کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے کہ قرآن کریم کے علوم کے خزانے تا قیامت باقی رہیں گے اور ختم نہیں ہونگے۔

قرآن حکیم کے اس طرز پر مطالعے کے لیے شاہ صاحب نے فارسی میں الفوزالکبیر لکھی۔ یہ کتاب اصول تفسیر کے فن میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اصول تفسیر کے فن میں شاہ صاحب نے قرآنی علوم و مطالب کے بیان میں پانچ علوم بیان کیے ہیں۔ آپ کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید کے مفہوم اور معانی ان پانچ علوم سے باہر نہیں ہیں۔[9]

قرآن فہمی میں مشکلات

قرآن کے بعض مقامات کو سمجھنے میں اس لیے مشکل پیش آتی ہے کہ وہاں استعمال ہونے والا کوئی لفظ ہمارے لیے نامانوس ہوتا ہے۔ اور چونکہ لفظ کا صحیح مفہوم ہمیں معلوم نہیں ہوتا اس لیے پوری آیت کا مطلب سمجھ نہیں آتا۔ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ صحابہ کرام، تابعین اور سلف کے زمانے میں اس لفظ کے کیا معنی تھے۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا تو آیت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کبھی یہ معلوم نہی ہوتا کہ کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ۔ اس علم کو نہ جاننے کی وجہ سے آیتوں کے مضامین میں تضاد نظر آتا ہے۔ اور صحیح مفہوم سمجھ نہیں آتا۔ اسی طرح کبھی شان نزول نہ جاننے کی وجہ سے کسی آیت کا صحیح مطلب سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ کبھی کسی جگہ کوئی لفظ محذوف ہوتا ہے۔ خواہ مضاف ہو، موصوف ہو یا کچھ اور ہو۔ اس حذف کی وجہ سے بھی آیت کا مضمون واضح نہیں ہوتا۔ بعض اسباب اور بھی ہیں جن کی وجہ

8 ملفوظات عزیزی، مترجم، محمد علی لطفی، ص:7۔

9 دہلوی، ولی اللہ، الفوزالکبیر فی اصول التفسیر، مطبع ندوۃ العلماء، لکھنو، 1984ء، ص:3۔

سے قرآن فہمی میں دشواری ہوتی ہے۔ جن کا تعلق صرف و نحو اور واحد جمع سے ہے۔لہذا قرآن فہمی کے لیے ان تمام باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

اسباب نزول

عموماً مفسرین ہر آیت قرآنی کا ربط کسی نہ کسی قصے سے جوڑتے ہیں۔ اور اکثر انہی قصوں کو ان آیات کا سبب نزول بتایا جاتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب کے نزدیک قرآن حکیم کے نزول کا مقصود اصلی انسانی قلوب کا تزکیہ اور عقائد باطلہ کی تردید ہے۔ شان نزول کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم اس آیت کے کسی ظاہری واقعہ پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ آیت کی دوسری قسم اس واقعہ کو معلوم کیے بغیر جس کی وجہ سے وہ نازل ہوئی تھی۔ اپنے عام معنوں کے لحاظ سے عمومی اور مستقل ہوتی ہے۔ اس آیت میں الفاظ کے لحاظ سے جو عام حکم پایا جاتا ہے وہی حکم معتبر ہوتا ہے۔ اور اس میں نزول کے خاص سبب کا خیال نہیں کیا جاتا[10] اس لیے مختلف قسم کی آیتوں کا شان نزول بھی مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً

1۔ علم مخاصمہ کی آیات کا شان نزول لوگوں کے غلط عقیدے ہیں۔

2۔ احکام کی آیتوں کا شان نزول لوگوں کے برے اعمال اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔

3۔ علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بایام اللہ اور علم تذکیر بالموت والی آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالی کی نعمتوں سے ،اس کی نشانیوں سے اور موت و آخرت سے غافل ہیں۔

لیکن اکثر مفسرین شان نزول کے حوالے سے بعض غیر ضروری واقعات کو بہت زیادہ تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ جن کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز ان کا قرآن کے مضامین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ البتہ بعض آیات ایسی ہیں جن میں کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ خواہ وہ واقعہ نبی ﷺ کے زمانے میں پیش آیا ہو یا آپ ﷺ سے پہلے پیش آیا ہو۔ ایسی آیات کی تفسیر کرتے وقت اس سے متعلق واقعہ ضرور بیان کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس مقام پر تشنگی محسوس ہوتی ہے۔

علوم پنجگانہ

10 دہلوی، ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:35۔

قرآن حکیم میں پانچ بنیادی علوم بیان ہوئے ہیں۔ جنہیں علوم پنجگانہ یا علوم خمسہ کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ان علوم پنجگانہ کو بیان کرنے کے لیے قدیم عربوں کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے احکامی آیات کو مختصر انداز میں واضح کیا ہے۔ فقہاء کی طرح تفصیلات اور جزئیات بیان نہیں کیں۔ اسی طرح علم مخاصمہ کی آیات میں مخالفوں کے عقیدوں پر تقریری انداز میں کلام کیا ہے۔ اور ان سے فلسفیانہ اور منطقیانہ دلیلوں کے ساتھ بحث کا انداز اختیار نہیں کیا۔ جیسا کہ بعد کے لوگوں کا طریقہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے جو کچھ ضروری تھا۔ اسے عام ترتیب کی پرواہ کیے بغیر بیان کیا ہے۔

علم الاحکام

علم الاحکام میں واجب، مستحب، مکروہ اور حلال و حرام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس علم کا دائرہ کار عبادات، معاملات، معاشرت اور سیاست تک پھیلا ہوا ہے۔ ایسے احکام کی تشریح کرنا فقیہ اور مجتہد کا کام ہے۔ قرآن حکیم کے علم الاحکام کا سب سے پہلا نکتہ یہ ہے آنحضور ﷺ کی بعثت ملت ابراہیمی کے تناظر میں ہوئی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ آپ ملت ابراہیمی کے ضروری احکام و تعلیمات کو باقی رکھیں۔ ان کو علاقائیت سے نکال کر عالمگیریت کا رنگ دیں۔ اور ان کی تکمیل کریں۔ اس لیے آپ نے پہلے عربوں کی اصلاح کی اور پھر ان کے ذریعے باقی قوموں کی اصلاح کا کام کیا۔ اس لیے ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ کے احکام کی بنیاد عربوں کے مزاج اور عادات پر رکھی جائے۔

علم المخاصمہ

علم المخاصمہ کا تعلق چار گروہوں یعنی یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین نیز ان کے باطل عقائد کے تعارف کے ساتھ ہے۔ اس علم کی تشریح کرنا متکلمین یعنی علم کلام کے ماہرین کے ذمے ہے۔ اس بحث و مباحثہ کے دو حصے ہیں۔

پہلا حصہ وہ ہے جس میں ان کے غلط عقیدوں کی تردید کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں ان کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

علم تذکیر بآلاء اللہ

یہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں کے ذریعے سمجھانے کا علم ہے۔ قرآن حکیم انسانیت کی ہدایت و اصلاح کے لیے نازل ہوا۔ اللہ تعالی نے اپنی حکمت سے صرف ان نعمتوں اور نشانیوں کے ذریعے نصیحت کی ہے۔ جن کو اکثر لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس میں پیچیدہ امور پر بحث نہیں کی۔ اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور صفات کا تذکرہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ جس سے معمولی عقل و فہم رکھنے والا شخص بھی ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اور ان کو سمجھنے کے لیے فلسفے اور منطق میں مہارت

ضروری نہیں۔ اس علم کے لحاظ سے قرآن مجید میں اللہ تعالی کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ آسمان وزمین کی تخلیق کا بیان ہے۔ انسان جس ہدایت اور تعلیم کا محتاج ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالی کی صفات کا تذکرہ ملتا ہے۔ علم تذکیر بآلاءاللہ میں لوگوں کو ذات باری کی قدرت اور اس کی نشانیوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے

علم تذکیر بایام اللہ

یہ وہ علم ہے جو ان تاریخی واقعات اور حالات سے متعلق ہے۔ جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ اس میں اللہ تعالی کے نیک بندوں پر اس کے انعامات کا اور نافرمانوں پر اس کے عذاب کا تذکرہ ہے۔ اس حوالے میں قرآن حکیم نے صرف ان واقعات کو بیان کیا ہے جنہیں لوگ پہلے سے جانتے تھے۔ یا اکے بارے میں انہوں نے کچھ سن رکھا تھا۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود کے واقعات جنہیں وہ اپنے باپ دادا سے سنتے آئے تھے۔ یا حضرت ابراہیمؑ اور انبیائے بنی اسرائیل کے حالات جن سے اہل عرب کو یہودیوں کے ذریعے جو وہاں صدیوں سے رہ رہے تھے۔ کچھ نہ کچھ خبر تھی۔ چنانچہ قرآن میں بار بار انہی واقعات کا ذکر کیا گیا۔ اور جن تاریخی واقعات سے اہل عرب بے خبر تھے۔ یا ان کے بارے میں بہت کم سن رکھا تھا مثلاً ایران، ہندوستان کے تاریخی واقعات تو قرآن حکیم نے ان واقعات کا تذکرہ نہیں کیا۔ علم تذکیر بایام اللہ میں ماضی کے ان واقعات کا تذکرہ ہے جس میں حکم الہی کو ماننے والی اقوام پر اللہ کے انعامات اور نافرمان قوموں پر اللہ کا عذاب نازل کیا گیا ہے۔

علم تذکیر موت ومابعد الموت

قرآن حکیم میں علم تذکیر موت ومابعد الموت کا بیان بھی موجود ہے۔ اس میں موت اور اس کے بعد پیش آنے والے احوال و واقعات کا ذکر ہے۔ اس میں انسان پر موت کی حالت طاری ہونے، اس وقت انسان کی بے بسی، مرنے کے بعد اس کو جنت یا دوزخ دکھائے جانے اور عذاب کے فرشتوں کے آنے کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ قیامت کی نشانیاں، حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول، دجال کا ظاہر ہونا، صور پھونکا جانا، لوگوں کا میدان محشر میں جمع ہونے، اعمال کا حساب کتاب ہونا، اعمال ناموں کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں ملنا، اہل ایمان کا جنت میں داخل ہونا اور کافروں کا دوزخ میں بھیجا جانا مذکور ہے۔ اہل عرب کے ہاں فصاحت وبلاغت کی نشانیاں ان کے قصائد تھے۔ جن کا آغاز وہ تشبیب سے کرتے تھے۔ اور ان میں وہ عجیب وپر خطر واقعات

بیان کرتے تھے۔ان کے ہاں یہ قدیم دستور تھا۔اس اسلوب کو قرآن حکیم کی بعض سورتوں میں بھی اختیار کیا گیا۔ ہے۔جیسا کہ " وَٱلصَّٰٓفَّٰتِ صَفًّا۔ فَٱلزَّٰجِرَٰتِ زَجْرًا--- ٱلذَّٰرِيَٰتِ ذَرْوًا فَٱلْحَٰمِلَٰتِ وِقْرًا [11]

مسئلہ ناسخ ومنسوخ

اسی طرح ناسخ و منسوخ کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔اور اس کی پیچیدگی کا سبب یہ ہے کہ اس کی اصطلاح میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔اور آج یہ مسئلہ بہت زیادہ ذہنی و فکری انتشار کا سبب بن گیا ہے۔کیونکہ اہل علم اس کا کوئی متفقہ فیصلہ نہیں کر سکے۔کہ قرآن مجید میں کونسی آیات منسوخ ہیں۔چنانچہ اس کا قرآن حکیم پڑھنے والے کی ذہنیت پر بہت برا اثر ہوتا ہے۔وہ ایک آیت سے کوئی حکم اخذ کرتا ہے اور اس کے دل میں یہ خدشہ رہتا ہے کہ شاید یہ آیت کسی دوسری آیت سے منسوخ ہو۔اس طرح اس حکم پر عمل کرنے سے ایک عذر مل جاتا ہے۔نسخ کے معانی میں اختلاف کے سبب مفسرین نے منسوخ آیات کی تعداد میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔جبکہ امام سیوطی نے اس میں کمی کر دی اور انہیں 19 بتلایا۔لیکن امام ولی اللہ نے ان میں سے 14 آیات کا حل بتایا اور بقیہ 5 آیات کو منسوخ قرار دیا۔[12]

اگر مزید گہرائی میں جائیں تو معلوم ہو گا شاہ صاحب کے نزدیک قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔آپ کے نزدیک بقیہ منسوخ آیات کا بھی حل موجود ہے۔[13]

اگرچہ علم تفسیر کا دائرہ بہت وسیع ہے۔جبکہ شاہ صاحب کو علم تفسیر کے فن میں خاص مہارت حاصل تھی۔اور اس فن کے اصول اور فروع سے بخوبی واقف تھے۔اس فن مین آپ کو وہی مقام حاصل ہے جو مجتہد فی المذہب کو حاصل ہوتا ہے۔مولانا سندھی فرماتے ہیں کہ آپ کو امام المفسرین مان لیا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔[14]

شاہ صاحب کے زمانے میں اگرچہ ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی تھی۔لیکن اس کے ساتھ یہ زبان عوام میں بھی بولی اور سمجھی جاتی تھی۔اور اسے عمومی قبولیت حاصل تھی۔شاہ صاحب نے قرآن مجید کو عام فہم بنانے کے لیے اس کا ترجمہ رائج زبان فارسی میں کیا۔لیکن شاہ صاحب نے نامساعد حالات کی پرواہ کیے بغیر یہ ترجمہ کیا۔اور اس کی شرح بھی لکھی۔اگرچہ اس

---

[11] دہلوی،ولی اللہ،الفوزالکبیر فی اصول التفسیر،ص:28۔

12 دہلوی،ولی اللہ،الفوزالکبیر فی اصول التفسیر،ص:18۔

13 سندھی،عبید اللہ،شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ،لاہور:سندھ ساگر اکیڈمی،س۔ن،ص:72۔

14 دہلوی،ولی اللہ،مقدمہ فتح الرحمٰن (فارسی) ص2،دہلی مطبع فاروقی،س۔ن ص:35۔

وقت کے بعض علماء اس پر کافی شور وغل کیا کہ شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک کا ترجمہ کرکے ایک بدعت کی بنیاد ڈالی ہے۔[15]

اس عہد میں عموماً مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ محض قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اس کا حق ادا ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے شاہ صاحب نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا۔اس ترجمہ قرآن کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مقدار، تعمیم اور تخصیص عربی کے بالکل مشابہ ہے۔اگرچہ شاہ صاحب نے بعض مقامات پر عوام الناس کی سہولت کے پیش نظر اس شرط کو نظر انداز کیا ہے۔

دین کا اصلی واساسی قانون صرف قرآن حکیم ہے اور سنت اس کی عملی تفصیل ہے۔اور یہ قرآن ہی سے مستنبط ہے۔اسی شاہ صاحب عام مفسرین کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے کہ قرآن حکیم میں متشابہات انسانی فہم سے بالا ہیں۔اور ان پر بحث جائز نہیں۔آپ کے نزدیک "راسخین فی العلم" ان آیات متشابہات کو سمجھ سکتے ہیں۔اسی طرح حروف مقطعات قرآنی فہمی کے لیے ایک خاص فن ہے۔شاہ صاحب اس فن میں بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

علم الکلام اور فلسفہ

شاہ صاحب نے اپنے عہد کے تقاضوں کے پیش نظر علم اسرادین پر توجہ دی۔آپ کا بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے آئمہ اہل سنت اور علماء متقدمین کے عقائد و نظریات کو نہایت مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔شاہ صاحب کے نزدیک صحیح علم وہ جو حال کے تقاضوں اور ضروریات پوری کرے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ خصوصیت صرف قرآن حکیم میں ہے جو زمانے کا ہمرکاب ہے اور اس کے تقاضے پورا کرتا ہے۔[16]

مولانا شبلی نعمانی اس بارے میں فرماتے ہیں۔کہ

"حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے شریعت کے اسرار و حقائق بیان کیے ہیں۔جو درحقیقت علم الکلام کی روح رواں ہے۔جبکہ علم الکلام اس حقیقت کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت ثابت کیا جائے کہ وہ منزل من اللہ ہے۔[17]

حجۃ اللہ البالغہ میں علم اسرار دین پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔اور اللہ تعالی کی جانب سے مقرر کردہ

15 دہلوی، محمد رحیم بخش، حیات ولی، ص:218۔

16 دہلوی، ولی اللہ، التفہیمات الالٰہیہ (المجلس العلمی، دھبیل۔1936ء)2/ التفہیمات الٰہیہ ج:2ص:166

17 چغتائی، محمد اکرام، شاہ ولی اللہ (سوانح، تصنیفات)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، س۔ن، ص:271۔

اعمال اور ان کی جزا میں کوئی مناسبت نہیں۔ اور احکام شریعت پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آقا اپنے کسی ملازم کی آزمائش کے لیے کسی کو پتھر اٹھانے کا حکم دے اور اس کا مقصد صرف آزمائش کے کچھ اور نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گمان بالکل فاسد ہے۔ مزید شاہ صاحب اس میں نے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی مصلحتیں بیان کی ہیں۔[18]

علم الکلام عقائد اور ان سے متعلق مباحث اور دلائل کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس میں وجود باری تعالیٰ، صفات الٰہیہ، انبیاء کرام کی بعثت، معجزات، اور کرامات جیسے امور پر عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کے ذریعے عقائد مضبوط ہوتے ہیں اور اسلامی عقائد کی عظمت کو اجاگر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ شاہ صاحب کے دور میں علماء نے منطق و فلسفہ کی لایعنی بحثوں کو علمیت کا معیار قرار دیا تھا۔ ہندوستان کے مدارس میں منطق و فلسفہ کی تعلیم و ترویج عام تھی، جو اکثر عقلی موشگافی، لفظی بازی گری اور بے مقصد بحثوں پر مبنی تھی۔ شاہ صاحب نے ایک نئے انداز سے فلسفیانہ بحثوں کا رخ اسلامی عقائد و عبادات، اخلاق و معاشرت، سیاست و معیشت کی حکمت اور اسرار و رموز کی طرف موڑا۔

شاہ صاحب کی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" شریعت کے مبادی اور اسلامی احکام کی حکمتوں اور مصالح سے بھرپور ہے۔ شیخ محمد اکرام نے شاہ صاحب کو جدید علم الکلام کا موجد قرار دیا ہے اور ان کی تصانیف کو غور و فکر کے ایک نئے میدان کے طور پر پیش کیا ہے۔[19]

شاہ صاحب کی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں انہوں نے اسلامی احکام کی مصلحتیں بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ احکام انسانی فلاح و بہبود کے لئے بے حد مفید ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" علم الکلام کی روح رواں ہے۔ اس میں انہوں نے شریعت کے حقائق اور اسرار بیان کیے ہیں۔[20]

18 چغتائی، محمد اکرام، شاہ ولی اللہ (سوانح، تصنیفات)، ص:272۔

19 محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2005ء، ص:583۔

20 شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام (مطبع معارف اعظم گڑھ، 1341ھ) 1/112

شاہ صاحب نے "حجۃ اللہ البالغہ" کے علاوہ اپنی ایک اور عربی تصنیف "البدور البازغہ" میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، امور الٰہیات، اور انسان کی جبلی اور اجتماعی زندگی سے متعلق فلسفیانہ بحث کی ہے۔ اسی طرح "الخیر الکثیر" میں بھی علم الکلام کے مختلف مضامین پر بحث کی گئی ہے۔

فقہی اختلافات میں تطبیق

فقہ کے میدان میں شاہ صاحب کی علمی اور دینی خدمات قابل قدر ہیں۔ شاہ صاحب خاندانی طور پر فقہ حنفی سے وابستہ تھے اور ان کی تعلیم وتربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی۔ فتویٰ عالمگیر کی تدوین میں ان کے والد شاہ عبدالرحیمؒ بھی شامل تھے۔ بعد ازاں، دوران تدریس اور قیام حجاز کے دوران انہیں دوسرے مسالک کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، جس سے ان کی نظر میں وسعت پیدا ہوئی۔

اگرچہ شاہ صاحب خود حنفی فقہ کے پیروکار تھے مگر ان کی نظر میں دوسرے مکاتب بھی یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ ہندوستان ابتداء ہی سے فقہ حنفی کا مرکز رہا ہے اور یہاں کے سلاطین کا سرکاری مذہب بھی حنفی تھا۔ فقہ کے میدان میں سب سے گراں قدر خدمت "فتاویٰ عالمگیری" کی تالیف اور نگزیب عالمگیر کے دور میں انجام دی گئی۔ شاہ صاحب کے دور میں فقہی رجحانات کے حوالے سے جمود، تعصب اور تنگ نظری غالب تھی۔ ایک فقہی مسلک کے ماننے والے دوسرے مسالک کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے شاہ صاحب کو اس بات کی بہت فکر تھی کہ حنفی و شافعی مسلک کے فروعی مسائل پر جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے آپ نے بھرپور انداز میں علمی کام کیا۔

امام شاہ ولی اللہؒ کا مسلک وطریقہ یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ وموضوع کو سب سے پہلے قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں جانچتے۔ بعد ازاں اس کے بارے میں فقہاء کی آراء واقوال کو کتاب وسنت کی روشنی میں پرکھتے۔ وہ فقہی اقوال جو کتاب وسنت کے موافق ہوتے، ان کو قبول کرلیتے اور جو خلاف ہوتے انہیں رد کردیتے۔ اس معاملے میں وہ کسی کی پراہ نہیں کرتے، یہی روش ان کے پوتے شاہ محمد اسمعیل کی تھی۔[21]

شاہ صاحب نے فقہی اختلاف کے مسئلے کو انصاف اور اعتدال کے ساتھ حل کیا ہے۔ شاہ صاحب فقہی مسالک کے اختلافی مسائل ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ کے والد اور چچا حنفی المسلک تھے۔ اور

21 سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور، دین محمدی پریس، 1942ء ص:23۔

آپ کی تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی تھی۔ لیکن آپ کے استاد شیخ ابو طاہر مدنی شافعی تھے۔ شاہ صاحب نے ان دونوں مسالک کے بزرگوں سے فیض پایا۔ اس لیے آپ ان دونوں مسالک کے اختلاف کی وجہ جانتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> میرے دل میں ایک خیال میں ایک خیال ڈالا گیا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے مسالک امت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ پیروکار بھی ان دونوں مسالک کے ہیں۔ اور تصانیف بھی انہی دونوں کی زیادہ ہیں۔ اس وقت جو امر حق ملاء اعلی کے علوم سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ کہ ان دونوں مسالک کو ایک کر دیا جائے۔ اس طرح کہ دونوں کے مسائل کو حدیث نبوی کے مجموعوں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے۔ اور جو کچھ اس کے موافق ہو اس کو رکھا جائے اور دوسرے کو ساقط کر دیا جائے۔[22]

فقہی مسائل پیش کرتے وقت، ان کی توجہ مختلف مسلکوں کے درمیان اختلاف کو کم کرنے پر مرکوز رہتی تھی۔ شاہ صاحب درس حدیث میں اختلافی مسائل پر غور کر کے ان کے درمیان تطبیق کی کوشش کرتے تھے، جس سے طلباء میں وسعت نظری اور تحقیق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

شاہ صاحب نے فقہی موضوعات درج ذیل رسالے مرتب فرمائے ہیں:

عقد الجید فی بیان احکام الاجتہاد والتقلید: اس رسالہ میں آپ نے اجتہاد اور تقلید کے مسئلہ پر محققانہ اور متوازن انداز میں بحث کی ہے۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف: اس رسالہ میں آپ نے احکام شرعیہ کے متعلق اختلافات کے اسباب اور تاریخ بیان کی ہے۔ رسالہ در مذہب فاروق اعظم: یہ رسالہ حضرت عمر فاروقؓ کے اجتہادات اور فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

علم حدیث کے فروغ میں کردار

قرآن مجید کے بعد دوسری اہم اساس حدیث ہے۔ شاہ صاحب کا نکتہ نظر یہ ہے کہ جب قرآن حکیم کی بعض آیات متشابہ ہیں۔ یعنی کہ ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں تو ضروری ہے کہ ان آیات کی تفسیر میں حدیث سے راہنمائی لی جائے۔

برصغیر میں علم حدیث کا احیاء شاہ صاحب کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے علم حدیث کی تدریس و اشاعت میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ 1732ء میں سفر حج سے واپسی کے بعد آپ نے خود کو علم حدیث کی تدریس و اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ شاہ صاحب کی تدریس حدیث کی وجہ سے مدرسہ رحیمیہ نے دارالحدیث کی شکل اختیار کر لی۔

22 چغتائی، محمد اکرام، شاہ ولی اللہ (سوانح، تصنیفات)، ص:280۔

پروفیسر غلام حسین جلبانی کے مطابق، "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہندوستان میں ایک مستقل دارالحدیث کی بنیاد رکھی۔[23]"

مدرسہ رحیمیہ بہت مقبول ہوا اور دور دراز سے طلباء یہاں آتے رہے۔ طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا تو مغل بادشاہ محمد شاہ نے شاہ جہاں آباد میں ایک حویلی دی جہاں تدریس کا کام ہوتا تھا۔ یہ حویلی بعد میں شاہ عبدالعزیز کے مدرسہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

علم حدیث پر شاہ صاحب کی معروف کتب درج ذیل ہیں:

المسویٰ من الموطا: مؤطا امام مالک کی عربی شرح، جس میں احادیث کو نئی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

المصفیٰ شرح مؤطا: مؤطا امام مالک کی فارسی شرح، جس میں احادیث اور آثار کو الگ الگ کیا گیا ہے۔

شرح تراجم ابواب صحیح بخاری: امام بخاریؒ کے قائم کردہ عنوانات ابواب کی تشریح اور توجیہ بیان کی گئی ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ: تعلیمات اسلام کو فطرت اور احکام دینی کو مبنی بر عدل ثابت کیا گیا ہے۔

الارشاد الیٰ مہمات الاسناد : شیوخ حجاز کی سند حدیث پر گفتگو کی گئی ہے۔

الاربعین : چالیس احادیث کا مجموعہ۔

الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین : مسلسلات کے نام سے مشہور احادیث پر مشتمل۔

شاہ صاحب کی خدمات کی بدولت علم حدیث کی اشاعت میں نمایاں ترقی ہوئی۔

رسمی تصوف کی اصلاح

تصوف کا تعلق باطنی کیفیات سے ہے۔ تصوف کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس، اخلاق کی درستگی اور تصحیح نیت اور باطن میں موجود اخلاقِ رذیلہ کا خاتمہ ہے۔ تاکہ انسانی قلب ہر طرح کی نجاستوں سے پاک ہو کر تعلق مع اللہ میں کمال پیدا کر کے ابدی سعادت حاصل کر سکے۔

شاہ صاحب کے دور میں جاہل صوفیا نے تصوف کا مقصد محض کرامات و شعبدہ بازی دکھانے کو قرار دیا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی کتاب "التفہیمات الٰہیہ" میں نام نہاد صوفیاء اور مشائخ کی اس غلط روش پر سخت تنبیہ کی ہے۔

چنانچہ "التفہیمات الالٰہیہ" میں شاہ صاحب گدی نشین پیروں سے سے مخاطب ہوتے فرماتے ہیں:

23 جلبانی، غلام حسین، شاہ ولی اللہ کی تعلیم ص:89۔

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم گروہوں ،ٹولیوں میں بٹ گئے ہو،اور ہر گروہ اپنی راگ اپنی منڈلی میں الاپ رہا ہے۔"اے لوگو!تم اپنے آباء و اجداد کی رسومات کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو، جس طریقے کو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ذریعے نازل فرمایا تھا اور اپنے لطف و کرم سے جس راہ کی طرف راہنمائی فرمائی تھی،اسے چھوڑ کر ہر ایک مستقل پیشواء بن گیا ہے،اور لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔اپنے آپ کو راہ یافتہ اور راہنما سمجھتے ہو،حالانکہ خود گم کردہ اور بھٹکانے والے ہو۔ہم ایسے لوگوں کو قطعاپسند نہیں کرتے جو لوگوں کو صرف اس لئے مرید کرتے ہیں تاکہ ان سے ٹکے وصول کریں۔ایک نیک علم سیکھ کر دنیا بٹورتے ہو، کیونکہ جب تک دیندار لوگوں کی شکل وشباہت اور طرز و انداز نہ اپنائیں دنیا حاصل نہیں ہو سکتی۔نہ میں ان لوگوں سے راضی ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بجائے خود اپنی جانب بلاتے ہیں۔اور اپنی مرضی و منشاء کی پابندی کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔یہ لوگ گمراہ اور راہزن ہیں۔ان کا شمار دجالوں، کذابوں قاتلوں میں ہو گا۔[24]

شاہ صاحب نے اس زمانے کے تصوف میں پائی جانے والی افراط و تفریط میں درستگی اور اصلاح کی کوشش بھی فرمائی۔شاہ صاحب طریقت کو شریعت کے تابع سمجھتے ہیں۔احکام الٰہی کی بجاآوری کے نتیجے میں باطنی کیفیات و نتائج کو "احسان" کا نام دیتے ہیں۔شاہ صاحب کے دور میں علماء اور صوفیاء میں جو بُعد اور دوری تھی۔آپ نے اس کے خاتمے اور طریقت و شریعت میں ہم آہنگی کی تعلیم دی۔آپ نے تصوف کے نام پر جاہلانہ اور خلاف سنت سرگرمیوں سے اجتناب نیز افراط و تفریط سے بچنے کی تلقین کی ہے۔آپ کے نزدیک تصوف اور روحانی فکر کی اساس قرآن و سنت پر استوار ہے۔

شاہ صاحب نے خرافات و اوہام،غلط نظریات اور افراط و تفریط سے آلودہ مروجہ تصوف کی جتنی شدت کے ساتھ نفی اور تنقید کی۔اتنی ہی شدت کے ساتھ صالح اور اسلامی تصوف سے تعلق پر زور بھی دیتے ہیں۔شاہ صاحب تصوف کو انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔چنانچہ شاہ صاحب اپنی کتاب "الطاف القدس" میں چار اخلاقی اصولوں کو تصوف کی بنیاد قرار دیتے ہیں:

طہارت :طہارت و پاکیزگی سے محض جسمانی صفائی ستھرائی مراد نہیں ہے۔بلکہ اس کی روح یہ ہے انسانی باطنی طور پر برے اور فاسد خیالات سے پاک ہو۔اور اس کا باطن منور اور پاکیزہ ہو،اور قلب انسانی باطل عقائد سے پاک ہو کر انشراح و اطمینان کی کیفیت سے مالامال ہو۔نیز وہ افکار پریشاں، جزع فزع اور فریاد و ماتم سے دور ہوں۔

24 دہلوی،ولی اللہ،التفہیمات الالٰہیہ،ء،ج2،ص:162۔

تواضع: تواضع سے مراد عجز و انکساری ہے۔یعنی نفس انسانی غرور و تکبر سے پاک ہو۔اوراسی سے انسان میں اظہار بندگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔یہی خلق تلاوت قرآن حکیم ،عبادات اورذکر و اذکار کے ذریعے قلب میں سوزو گداز، فروتنی اور خاکساری کا محرک بنتاہے۔اور اسی کیفیت سے انسان کے اندر خشوع وخضوع کا وصف پیدا ہوتا ہے۔جو عالم جبروت سے تعلق پیدا کرنے کا سبب بنتاہے۔

سخاوت: سخاوت سے مراد فیاضی ہے۔یعنی انسانی قلب میں وسعت اور کشادگی پیدا ہو جائے۔اور انسانی قلب مال کی محبت سے آزاد ہو کر اس مال کو اللہ کی محبت میں انسانی بھلائی کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرے۔اور یہی خلق زہد وقناعت، مہمان نوازی ،جود وسخا، تواضع وانکساری، صبر وشکر، اور نرمی کی صفات پیدا کرنے کا سبب بنتاہے۔

عدالت: عدالت ایک ایسا خلق عظیم ہے جس کے ذریعے سوسائٹی میں عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جاتا ہے۔اور عوامی مفاد کا تحفظ کیا جاتا ہے۔اور یہی صفت عدل اجتماعی نظاموں کی روح رواں ہے۔گویا عدل میں اجتماعیت کا تحفظ، تدبیر منزل اور اصلاحی امور شامل ہیں

تصوف کے موضوع پر شاہ صاحب کی درج ذیل معروف تصنیفات ہیں۔

الطاف القدس: اس کتاب میں لطائف نفس، روحانی حقائق و معارف اور تصوف و احسان کے اسرار و رموز کے بارے میں تفصیلی وضاحت کی گئی ہے۔اس کا شمار تصوف کی اہم کتب میں ہوتا ہے۔

ہمعات: یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔اس میں فلسفہ تصوف اور اصطلاحات تصوف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔نیز اس میں تاریخ تصوف کو بیان کیا گیا ہے۔جس میں تصوف کے چار ادوار اور ان میں رونما ہونے والے حالات اور تغیرات کا ذکر ہوا ہے۔نیز اس میں طبقات صوفیاء، ان کے مراتب اور نسبتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

لمعات: یہ فارسی زبان لکھی گئی سات لمعات پر مشتمل تصوف کی اہم کتب میں سے ہے۔اس کتاب میں تصوف کے اہم مسائل مثلاً ابداع، خلق، تدبیر، وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، عالم مثال، شخص اکبر وغیر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سطعات: یہ کتاب فارسی زبان میں چھیالیس سطعات پر مبنی ہے۔جس کے ہر سطعہ میں تصوف کے اہم اور دقیق معارف وحقائق بیان کیے گئے ہیں۔نیز اس میں تجلیات الٰہیہ کے اہم مباحث اور تصوف کی بنیادی اصطلاحات کا تعارف کریا گیا ہے۔

التفہیمات الالٰہیہ: یہ کتاب تصوف اور سلوک کے بارے میں ہے۔یہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں، یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ہے۔

الخیر الکثیر: یہ کتاب عربی زبان میں دینی فلسفہ و حکمت پر لکھی گئی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔ اس کتاب میں حقیقت ولایت، اقسام ولایت، ذات باری تعالیٰ، اسماء الٰہی کی حقیقت اور مسئلہ وحدت الوجود پر عارفانہ انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

امام شاہ ولی اللہ نے علمی و عملی طور پر برصغیر پاک و ہند کی مسلم سوسائٹی کو زوال سے نجات دلانے کے لیے بھر پور جدوجہد کی۔ اس حوالے سے آپ کا نام برصغیر کی مسلم تاریخ پر انتہائی گہرے اثرات مرتب کرنے والی شخصیات میں شامل ہے۔

آپ کی وفات 29 محرم 1176ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر 61 سال تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے دینی علوم کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا۔ جس کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔

خلاصہ بحث

برصغیر کے مسلمانوں کو زبوں حالی سے نکالنے اور اصلاح امت کے لیے شاہ صاحب نے بھر پور علمی و عملی کاوشیں کیں۔ جس طرح امام غزالیؒ نے اپنے دور کے فکری و عقلی مسائل شریعت کے اسرار و مقاصد مد نظر رکھتے ہوئے حل کیے۔ اسی طرح برصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے شریعت کے حکیمانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور دور زوال میں رسمی تصوف کی اصلاح کی اور مسلمانوں میں باہمی انتشار و نزاع کے خاتمہ کے لیے علمی و عملی اقدامات کیے۔ انہوں نے قرآن فہمی کے لیے سب سے پہلے برصغیر میں قرآن حکیم حکیم کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور برصغیر میں علم حدیث کے فروغ کی بنیاد ڈالی۔

اس مقصد کے لیے آپ نے مدرسہ رحیمیہ دہلی میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تربیت یافتہ جماعت کے ذریعے مسلمانان ہند کی راہنمائی کی۔ آپ نے تجدید دین کے لیے اسلام کے اساسی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عصری تقاضوں کے تناظر میں ایک نظام فکر متعارف کرایا۔ آپ نے مسلمانوں کے انحطاط کا بنیادی سبب قرآنی تعلیمات سے غفلت اور بے اعتنائی کو قرار دیا۔ اور برصغیر کے مسلمانوں میں سب سے پہلے قرآن فہمی کے لیے قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اصول تفسیر الفوز الکبیر، فتح الخبیر، تفسیر فتح الرحمٰن، تاویل الاحادیث، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، اور حجۃ اللہ البالغہ آپ کی قرآن فہمی اور جلالت علمی کا شاہکار ہیں۔ آپ نے ایک طرف فقہ حنفی و فقہ شافعی میں تطبیق پیدا کی تو دوسری جانب حدیث و فقہ میں تطبیق دی۔ الغرض شاہ صاحب نے برصغیر میں دینی علوم کے احیاء و فروغ میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ اور اصلاح احوال کے لیے ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔